ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

پیر علی محمد راشدی کی اردو ادبی خدمات کا جائزہ

AN OVERVIEW OF URDU LITERARY SERVICES RENDERED BY PIR ALI MUHAMMAD RASHIDI.

1-سارہ جمالی

پی ایچ ڈی، ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو، جامعہ سندھ

2-پرویز احمد

پی ایچ ڈی، ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو، جامعہ سندھ

ABSTRACT:

Some God gifted personalities are exceptional in erudition and scholarship who stamp indelible imprints on the sands of time, Pir Ali Muhammad Rashidi was one of them. Though he had not acquired formal education from school, college or universities, yet he was a leading learned man of his time. He was well versed in Arabic, Persian, Urdu, English and Sindhi languages. What to talk of his command over Urdu language, even Urdu speaking scholars were envious of his chaste Urdu language and their laudatory remarks exist in many books of literature and journalism. He was both an accomplished literary figure and a renowned Journalist. He still occupies an outstanding place in Urdu literature as a writer and a journalist. His literary and journalistic works such as "One Unit" and "Roodad-e-Chaman" carry much weight and value even today with reference to current social political economic conditions of our country. The book "Roodad-e-Chaman" consists of 23 articles on political perspective of Pakistan. His columns in Daily Jang were also worth reading. He wrote a weekly column in Daily Jang from Hong Kong from 1963 to 64 under title "Maktoob-e-Mashriq-e-Baeed". He again started writing a weekly column "Mashriq o Maghrib" in daily Jang from 1964 to 87. He continued to write a daily comical column under a title "Waghera Waghera" from 1964 to 87, in which he revealed a many mystery. He was such an insightful journalist and popular that he was given a title of the spokesperson of the society. His contribution in weekly magazine "Akhbar-e-Jahan" was quite commendable. There would be no more to endow him with a title of "Father of Urdu Journalism" for his insight and political acumen and lifelong contribution in Urdu papers, magazines and other publications.

Key words: Pir Ali Muhammad Rashdee, Politician, Urdu writer, Journalist, Sindh, Urdu Literature.

پیر علی محمد راشدی اور ان کے بھائی پیر حسام الدین راشدی کا تعلق ضلع لاڑکانہ کی تحصیل رتودیرو کے قصبے نوڈیرو سے ملحق گاؤں "بہن" سے ہے جو نوڈیرو لاڑکانہ سکھر کی شاہراہ پر واقع ہے۔نوڈیرو سے 3 کلومیٹر دور ریلوے اسٹیشن نصرت سے متصل ایک چھوٹے سے گاؤں بہمن میں سید حامد شاہ راشدی کے ہاں جو لڑکا 5 دسمبر 1905ء میں تولد ہوا اس کا نام پیر علی محمد راشدی رکھا گیا، حویلیوں کے رواج کے مطابق ابتدائی تعلیم مولوی محمد سومار اور مولوی محمد صدیق سے گھر میں حاصل کی۔(1)

پیر علی محمد راشدی ایک شخص کا نام نہیں بلکہ ایک عہد کا نام ہے، وہ جامع کمالات شخص تھے۔وہ بیک وقت کامیاب سیاستدان، مصنف، کالم نگار، ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، وزیر کامیاب سفارتکار تھے۔ہر سطح اتنی بلند کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ان کا شمار نامور اور زیرک سیاستدانوں میں کیا جائے یا کامیاب وزراء میں یا بہترین ادیبوں میں یا عمدہ صحافیوں میں؟ (2)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

پیر علی محمد راشدی اردو زبان پر اتنی مکمل قدرت رکھتے تھے کہ روز نامہ جنگ کے ایک کالم نگار مرحوم انعام درانی جو روز نامہ جنگ میں 'تلخ و شیریں' کے نام سے کالم لکھتے تھے۔ایک مرتبہ پیر علی محمد راشدی کے کاموں اور ان کی اردو کے بارے میں ان کی موت کے بعد اپنے کالم میں لکھا:

وہ (پیر علی محمد راشدی) سندھی ہو کر اتنی شستہ اور بامحاورہ اردو لکھتے تھے"
(کہ مجھے رشک ہوتا تھا کہ کاش میں بھی پیر صاحب کی طرح ایسی اردو لکھ پاتا"۔(3

اردو کے نامور ادیب سید مظہر جمیل اپنی شاہکار کتاب "آشوبِ سندھ اور اردو فکشن" کے صفحہ 121 میں پیر علی محمد راشدی کے بارے میں لکھتے ہیں:

پیر علی محمد راشدی کی یادداشت ماضی قریب کا حال جاننے کے لئے بہ اعتبارِ حقیقت نگاری انتہائی اہم اور معتبر ہے۔پیر صاحب کے مخصوص اندازِ نگارش اور " اسلوبِ بیاں نے اس میں فکشن کی چاشنی بھی پیدا کردی ہے"۔

اردو زبان کے مشہور ادیب وریڈیو آرٹسٹ جناب عبدالسلام اپنی 'سوانح عمری' "رو میں ہے رخشِ عمر" میں صفحہ نمبر 109 پر لکھتے ہیں:

پیر علی محمد راشدی سے پرانی یاد اللہ تھی پیر پگاڑو کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ بات نہایت حیرت انگیز ہے کہ کسی یونیورسٹی، کالج، اسکول سے " باقاعدہ تعلیم نہ پانے کے باوجود انگریزی، اردو فارسی اور سندھی زبانوں میں گہرا ادراک رکھتے ہیں اور یہ کوئی آج کی بات نہیں 1939ء میں بھی یہ ہی عالم تھا۔جب قائداعظم محمد علی جناح نے ضرورت محسوس کی کہ غیر ممالک میں مسلم لیگ کے نقطہ نظر کی نشر و اشاعت کی جائے تو انہوں نے ایک خارجہ سب کمیٹی بنائی تو راشدی (صاحب اس کمیٹی کے سیکریٹری نامزد ہوئے اور اس طرح وہ سیاسی منظر پر ابھرے وہ بھی اس ٹھاٹھ کے ساتھ کہ چاروں طرف ان کا طوطی بولنے لگا"۔(4

1933ء میں جب سر شاہنواز بھٹو نے پیپلز پارٹی بنائی تو پیر علی محمد راشدی پارٹی کے اراکین میں شامل تھے۔قائد اعظم محمد علی جناح کے حکم پر مسلم لیگ کو سندھ میں فعال بنانے میں اہم کردار انجام دیا۔قراردادِ پاکستان ہو کہ سندھ اسمبلی سے پاکستان کے حق میں بل پاس کروانا ہو یا "لیاقت نہرو" معاہدہ ہوکراچی میں اردو کالج کے لئے زمین کا حصول ہو پیر علی محمد راشدی ہمیشہ نمایاں رہے بلکہ یہ کہنا درست ہے کہ ہر جگہ ان کا اہم کردار رہا۔راشدی صاحب کو سیاست میں ایوب کھوڑو، سر عبداللہ ہارون، جی ایم سید اور قائد اعظم جیسی عظیم شخصیتوں کے ساتھ کام کرنے کے مواقع ملے۔

پیر صاحب کا آئیڈیلزم میکاولی کے نظریے سے ملتا جلتا ہے کیونکہ میکاولیزم کے مطابق مقاصد حاصل کرنے کے لئے کوئی بھی طریقہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

(محترم جی ایم سید کہا کرتے تھے کہ سندھ نے صرف تین ذہن پیدا کئے ہیں جن میں ایک اے کے بروہی دوسرا ذوالفقار علی بھٹو اور تیسرا پیر علی محمد راشدی ہے۔(5

پیر علی محمد راشدی کے مشغلوں میں شکار بھی شامل تھا آپ بڑے شکاری تھے جو ریبٹ درانی اور فانتھروپ یا پاوتھروپ جیسے شکاریوں کے علاوہ بھارت کے نواب محی الدین اور مہا راجہ بیکانیر جیسے عالمی شکاری آپ کے دوست تھے۔آپ بہترین مقرر اور اچھا سننے والی شخصیت تھے۔

قیام پاکستان کے بعد سندھ کابینہ میں بھی رہے، سندھ اسیمبلی کے ممبر رہے۔بعد میں پاکستان کی مرکزی کابینہ میں وزارتِ اطلاعات و نشریات کا قلمدان بھی سنبھالا۔پاکستان کے سابق صدرا سکندر مرزا اور جنرل ایوب خان کی حکومت میں پاکستان کی طرف سے فلپائن اور چین میں کامیاب سفارتکاری بھی کی۔کچھ عرصے کے لیےسیاست سے بدل ہوگئے اور ہانگ کانگ میں مستقل طور پر اپنا ڈیرہ جمایا مگر اس سیماب صفت شخص کو کہیں بھی قرار حاصل نہ تھا۔ایک دن ایسا بھی ہوا کہ سب کچھ (چھوڑ کر پاکستان چلا آیا اور ضلع دادو میں کچھ زمینیں آباد کرائیں اور دادو/کراچی میں مستقل رہنے لگے۔(6

ذوالفقار علی بھٹو کے اقتدار کے آخری ایام میں پیر علی محمد راشدی ان کے مشیر رہے۔

اپنی سفارت کاری کے زمانے سے "روزنامہ جنگ" کراچی میں 1963ء سے ہر ہفتہ ایک کالم "مکتوبِ مشرقِ بعید" کے عنوان سے لکھتے تھے بعد میں یہی کالم "مشرق و مغرب" کے نام سے "روزنامہ جنگ" کراچی میں ہر بدھ کو شائع ہوتا تھا۔یہ سلسلہ پیر علی محمد راشدی کے مرتے دم تک رہا۔

ریڈیو پاکستان کے سابق ڈائریکٹر و ادیب اور شاعر حمید نسیم اپنی سوانحِ حیات "ناممکن کی جستجو" میں صفحہ نمبر 423 میں لکھتے ہیں:

پیر علی محمد راشدی نے علامتی کالم نگاری یا تمثیل نگاری کے ذریعےاردو صحافت کے نئے عمق اور نئی جہتوں سے متعارف کروایا ہےاردو صحافت میں ان جیسے " (ذو معنیٰ کالم آج تک کسی نے نہیں لکھے"۔(7

لکھنے کے معاملے میں وہ بے باک تھے اور ان کا قلم حق اور صداقت کی پاسداری کرتا تھا۔سندھی ان کی مادری زبان تھی مگر اردو میں ان کو ملکہ حاصل تھا۔ خود میر خلیل الرحمٰن مرحوم ان کی اردو دانی کی تعریف کیا کرتے تھے۔مزاح کی چاشنی سے بھرپور ان کے کالم ذو معنیٰ ہوتے تھے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

علامہ آئی آئی قاضی کی وفات پر آپ نے جو مضمون جنگ اخبار میں لکھا۔اس کا سندھی ترجمہ محمد ابراہیم جویو صاحب نے کرکے روز نامہ سندھی اخبار عبرت میں شائع کیا۔جس کے بارے میں جویو صاحب نے جو نوٹ لکھا اس میں آپ نے فرمایا کہ "اس مضمون کو پڑھ کر مجھے بار بار رونا آیا"۔

اگرچہ پاکستانی عوام سے پیر علی محمد راشدی کا حقیقی تعارف سادہ اور عام فہم زبان میں تحریر "اردوکالم" ہی بنے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو لکھنے کی بڑی قوت عطا کی تھی اور آپ اپنی جادو بیانی میں سب کے دل جیت لیتے تھے۔

(پیر علی محمد راشدی صاحب 1940ء سے 1958ء تک سندھی ادبی بورڈ کے ممبر بھی رہے ہیں۔(8

ء سے 1977ء تک بھٹو صاحب کے عہد میں مرکزی وزیر اطلاعات اور نشریات کے مشیر رہے۔جب بھٹو صاحب پاکستان میں علم، ادب، تاریخ پہ بحث 1972

(و مباحثے کو عام کرنے کے لئے مختلف شہروں میں پاکستان نیشنل سینٹر کے دفاتر قائم کئے تب راشدی صاحب کو اس کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔(9

پاکستان نیشنل سینٹرز"کے ذریعے پورے ملک میں سرکاری طور پر مذاکرے ہوتے تھے اور یہ تجربہ بہت زیادہ کامیاب ہوا۔جب امیر خسرو کا سات سو سالہ "

جشن منایا گیا تو انہیں امیر خسرو کمیٹی کا رکن بنایا گیا۔عربی، فارسی، سندھی اور انگریزی کی استعداد پہلے ہی مسلم تھی۔قیامِ پاکستان کے بعد اردو کی صلاحیت کو بھی آزمایا۔

(اخبارِ جہاں اور جنگ کے کالموں سے اردو صحافت کا آغاز کیا اور اس میں بھی اپنی اہلیت کا لوہا منوایا۔(10

:پیر علی محمد راشدی کی اردو تصانیف و تالیف

:اردو کتب کا مختصر تعارف و تبصرہ الف))

:۔روداِدِ چمن1

یہ کتاب ان تیئیس (23) مضامین کا مجموعہ ہے جو مارچ 1982ء سے اگست 1982ء تک روزنامہ جنگ میں "پرانی اور بھولی ہوئی باتوں" کی سُرخی کے تحت شائع ہوتے رہے۔یہ کتاب سنگِ میل پبلی کیشن لاہور کی طرف سے شائع کی گئی۔اس کتاب کے مضامین کی فہرست نیچے دی جاتی ہے۔

2۔قیامِ پاکستان سے چند سال پہلے کے حالات۔ ۔ہماری گاڑی کیوں اور کہاں پٹڑی سے اُتر گئی۔1

4۔گاڑی نے ڈگمگانا شروع کیا۔ ۔قیامِ پاکستان کے بعد پہلا سال3

6۔جمہوریت اور سیاست دانوں سے سلوک کے نمونے ۔نو سال آئین نہیں بنا۔۔۔کیوں؟5

8۔نمونتاً۔۔کھوڑو مرحوم کا حشر ۔اپنوں سے اپنوں نے کیا سلوک کیا؟7

10۔قائد ملت کی شہادت اور نوکر شاہی کے لئے من و سلویٰ کا نزول ۔ملک کے سیاسی دماغوں کو کچلا گیا۔9

12۔نوکر شاہی کی شاہ خرچیاں، ملک محتاج مقروض اور گداگر ۔چمچوں کا رواج اور کارپوریشنوں اور بورڈوں کی بھرمار11

14۔نوکر شاہی نے منظم سیاسی زندگی کو عمداً برباد کیا۔ ۔چین کی نوکر شاہی کی مثال۔13

16۔دار الحکومت کراچی سے کیوں اٹھایا گیا؟ ۔کون لایا۔۔۔ایوب خان کو یا یحیٰی خان کو؟15

18۔کس نے کس سے غلط کام کروائے۔ ۔بجٹ بازی، ٹیکس، محصولوں اور مہنگائی کی مصیبت۔17

(20۔کالا باغ کا کیریکٹر کردار اور کنٹری بیوشن (1 ۔خبر ساں ایجنسیوں کا وزیروں سے سلوک۔19

(22۔کالا باغ (2۔گورمانی مرحوم کا کردار اور نوکر شاہی کے ہاتھوں اس کا انجام21

۔حکومتوں اور قیادتوں کو نوکر شاہی کس طرح فیل کرتی رہی۔23

۔ون یونٹ کی تاریخ2

یہ کتاب سنگ میل پبلی کیشنز لاہور کی طرف سے 2007ء میں شائع کی گئی اس کتاب میں ون یونٹ کی تاریخ اور ون یونٹ کے بننے کے اسباب کو بیان کیا گیا ہے۔

کتاب کے مصنف (پیر علی محمد راشدی) اس کا ایک اہم کردار اور عینی شاہد ہیں۔پیر علی محمد راشدی بہترین سیاست کار، سفارتکار، ادیب، انشاء پرداز اور بہترین اسکالر تھے، آپ کی قابلیت یہ ہے کہ کسی اسکول یا کسی ادارے میں نہیں پڑھے بلکہ اپنی قابلیت اور محنت سے بلند مقام پایا۔تحریکِ پاکستان کے بنیادی کارکنوں میں سے ایک تھے۔قائداعظم کے قریبی ساتھی اور قائداعظم آپ کی شخصیت کے معترف تھے۔بعض مواقع پر خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔

مارچ 1940ء کو لاہور میں قائداعظم کی زیر صدارت اجلاس میں پیش کی گئی تاریخی قراردادِ پاکستان کی ڈرافٹنگ پیر صاحب نے پیش کی تھی۔(11) اس 23 سلسلے میں پیر صاحب کافی عرصہ تک لاہور میں قیام پذیر بھی رہے۔1938ء میں کراچی میں مسلم لیگ کانفرنس کے انعقاد میں اہم کردار ادا کیا۔اس اجلاس میں ہندوستان کے بڑے بڑے مسلم لیگی رہنما شریک تھے۔اسی اجلاس میں شیخ عبدالمجید سندھی نے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا تھا۔جس کے بعد قائداعظم اور عبداللہ ہارون کی سربراہی میں ایک "فیکٹس فائنڈنگ کمیٹی" بنائی گئی اور راشدی صاحب کو اس کا سیکریٹری بنایا گیا۔بعد ازاں قائداعظم نے آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے راشدی صاحب کو مسلم لیگ کی فارن کمیٹی کا سیکریٹری مقرر کیا۔وہ مسلم لیگ کے صوبائی سیکریٹری بھی بنے۔حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو پیر صاحب قومی یکجہتی کا مکمل نمونہ تھے۔وہ سچے محبِ وطن اور پکے مسلم لیگی تھے۔تحریکِ خلافت کے بعد سندھ میں جو سب سے بڑی تحریک چلی تھی وہ "ون یونٹ" کے خلاف تحریک تھی۔اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

پاکستان کو بنے ابھی مشکل سے تیئیس سال گذرے ہیں کہ ہمارے یہاں غلط تاریخ سازی شروع ہوگئی ہے یعنی یار لوگوں نے جھوٹی تاریخ بنانے کا کاروبار شروع کردیا ہے۔یعنی نظریہء پاکستان کے خلاف بھی جعل سازی ہوتی رہی۔

مشرقی بنگال کو ایک وحدت قرار دیا جائے اور مغربی پاکستان کو تنظیم نو کے ذریعہ ایک وحدت بنایا جائے۔(اصل انگریزی میں لفظ ون یونٹ) استعمال کیا گیا۔

نئی تنظیم کی رفتار کو تیز کرنے کے لئے موجودہ وزارتیں اور مجالس سب قانون ساز توڑ دی جائیں۔

اس کے بارے میں پیر صاحب کا بیان ہے کہ "جس مرکزی کابینہ نے فوج کے کمانڈر انچیف (جنرل ایوب خان)کے حکم سے (یہ بات ایوب نے اپنی کتاب میں قبول کی) ون یونٹ اسکیم چلائی۔میر غلام علی ٹالپر صاحب مرحوم خود بھی اس کابینہ میں شریک ہوئے۔جو اکتوبر 1954ء میں محمد علی بوگرہ کی سربراہی میں قائم ہوئی۔ اس کے بعد اسمبلیوں سے بل پاس کروایا اور پوری اسیمبلیوں میں پنجاب صوبے کی اسیمبلی 30 نومبر کو قراردادِ پاس کرکے 'ون یونٹ' کی حمایت کی۔اس کے بعد 11 دسمبر 1954ء میں سندھ اسیمبلی نے نہ صرف قرارداد پاس کی بلکہ سندھ کے لئے ترقی اور خوشحالی کے بند دروازہ کھولنے کی چابی قرار دیا۔اس کے بعد 20 ستمبر 1955ء میں ون یونٹ کو پیش کرنے کے دوران سردار عبدالرشید نے مطالبہ کیا تھا کہ قلم اور قانون سے ون یونٹ نافذ کرنے کی بجائے ریفرنڈم یا دوسری مشاورت کے ذریعے سے عوامی رائے معلوم کی جائے۔23 ستمبر 1955ء کو اسی اسمبلی نے پاکستان کے گورنر جنرل کو ون یونٹ کے حوالے سے مکمل اختیار دیئے پیر صاحب لکھتے ہیں کہ اکتوبر 1955ء میں ون یونٹ نافذ کیا گیا اور مشتاق گورمانی کو مغربی پاکستان کا پہلا گورنر اور ڈاکٹر عبدالستار خان صاحب کو پہلا وزیر اعلیٰ مقرر کیا گیا۔جیسا کہ یہ نظام طاقت کی بنیاد پر مسلط کیا گیا تھا، اسی لئے یہ عوام میں مقبول نہیں ہوسکا اسی لئے عوام اور سیاستدان اس سے بیزار ہوگئے تھے۔اس پروگرام میں سب پاور ایک ہاتھ میں تھے یعنی اسے منی مارشل لا سمجھا گیا اسی لئے کسی نے بھی اس کے خلاف قلم نہ اٹھایا۔(ون یونٹ) کی مخالفت میں سوائے جی ایم سید کے کسی بھی محقق نے قلم نہ اٹھایا۔اس لئے اس نظام کو شروع سے ہی کسی نے تسلیم نہیں کیا تھا اور اس کو ختم کرنے کے لئے عوام کی طرف سے مطالبہ کیا گیا کہ اس نظام کو ختم کردیا جائے۔اس کے بارے میں مصنف علی محمد راشدی لکھتے ہیں کہ "گوکہ ون یونٹ شروع سے ہی ناکام ثابت ہونا شروع ہوگیا تھا اور خود مغربی پاکستان اسمبلی نے 1958ء والے انقلاب سے کچھ عرصہ پہلے اس کی تنسیخ کے لئے اتفاقِ رائے سے قرارداد منظور کردی تھی" (12)۔

اخباری کالم:

1۔مکتوبِ مشرقِ بعید:

(1963ء سے 1964ء تک ہانگ کانگ میں رہتے ہوئے کراچی کے روزنامہ "جنگ اخبار" میں مکتوبِ مشرقِ بعید کے عنوان سے ہفتہ وار کالم لکھا کرتے تھے)

2۔مشرق و مغرب:

(مشرق و مغرب کے نام سے 1964ء سے 1987ء تک جنگ اخبار میں ہر بدھ کو ہفتہ وار اردو کالم لکھتے تھے۔)

3۔وغیرہ وغیرہ:

(1964 سے 1987ء تک مزاحیہ اردو کالم "وغیرہ وغیرہ" کے نام سے 'جنگ اخبار' میں روزانہ لکھا کرتے تھے۔)

پیر علی محمد راشدی 1920ء سے 1987ء تک مسلسل 67 برس تک صحافت سے وابستہ رہے۔آپ نے سندھی، اردو اور انگریزی اخباروں میں کالم لکھے۔آپ کے کالم حقوق حاصل کرنے کے متعلق ہوا کرتے تھے۔چاہے وہ تحریکِ خلافت کے دوران انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کے حقوق ہوں چاہے وہ سندھ کی بمبئی سے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

علیحدگی کی تحریک میں سندھ کے لوگوں کے حقوق ہوں۔چاہے مسجد منزل گاہ تحریک میں سندھ کے لوگوں کے حقوق ہوں۔چاہے تحریکِ پاکستان میں سندھ کے مسلمانوں کی آزادی کے حقوق ہوں۔چاہے، پاکستان بننے کے بعد سندھ کے حقوق ہوں۔

راشدی صاحب اپنے اخباری کالموں میں پوری دنیا میں ہونے والے واقعات کا تاریخ سے تعلق آنے والے دور اور حالتوں کی روشنی میں جنم لینے والے واقعات کے متعلق پہلے ہی سے پیش گوئیاں کر دیتے تھے اور وہ اکثر درست ثابت ہوتی تھیں۔

آپ کے کالم تاریخ تھے۔راشدی صاحب نے صحافت کے میدان میں اپنا لوہا منوایا۔راشدی صاحب دنیا کے ان تاریخ ساز صحافیوں میں سے ایک تھے، جو اپنے دور اور سماج کے ترجمان سمجھے جاتے تھے، آپ کا قلم آپ کی ذہنی اور جسمانی محنت اور صلاحیتوں کا نچوڑ ہوتا تھا۔

راشدی صاحب سندھ، پاکستان اور دنیا میں صحافت کے حوالے سے آدھی صدی سے زیادہ لوگوں کے ذہنوں پر حاوی رہے۔

آپ بنیادی طور پر یعنی ابتدائی سے ہی صحافی تھے، لیکن درمیان میں سیاست میں رہے جب سیاست آپ کے لئے مشکل بن گئی تو دوبارہ باقی زندگی صحافت میں مصروف گزاری۔

راشدی صاحب یقینا "بابائے صحافت" کہلانے کے لائق تھے۔

مکتوبِ مشرقِ بعید:

1963ء سے 1964ء تک ہانگ کانگ میں رہتے ہوئے کراچی کے اردو اخبار روزنامہ جنگ میں مکتوبِ مشرقِ بعید کے عنوان سے ہفتہ وار کالم لکھا کرتے تھے۔ اِن مضامین کو سیاسی خبروں اور معلومات کا بھنڈار خانہ سمجھا جاتا تھا۔جس میں دنیا کے عالمی امور پر تجزیے اور تبصرے شامل ہوا کرتے تھے۔ان کالموں میں اکثر صدر محمد ایوب خان کی حکومت پر نقطہ چینی کیا کرتے تھے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک سچا صحافی اور ادیب بھی ایک ڈاکٹر ہوتا ہے۔کیونکہ میڈیکل کے ڈاکٹر، جسمانی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں، اسی طرح ایک عالم، ادیب اور صحافی بھی سماجی بیماریوں کے معالج ہوتے ہیں اس طرح پیر علی محمد راشدی بھی ایک اچھے سماجی ڈاکٹر بھی تھے۔

پیر علی محمد راشدی ملکی اور بیرونی سیاست، ادب، تاریخ اور آرٹ پر گہری نظر کے ساتھ ساتھ دنیا کے سماجوں کا بھی بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا کرتے تھے۔

جسکی بنیاد پر وہ نہ صرف پاکستانی سماجیات، تاریخ، سیاست اور تہذیب پہ لکھا کرتے تھے بلکہ بیرونی ممالک کی سماجیات پر بھی تاریخی مضامین اور کالم لکھا کرتے تھے۔

پیر علی محمد راشدی کے ان مضامین میں سیاست، بین الاقوامی معاملات، سرگرمیوں، بحث و مباحثے، پاکستان سمیت دنیا بھر کے اکثر ممالک میں پائے جانے والی بے اطمینانی، الجھاؤ، آئندہ کے خطرات، تاریخ تہذیب اور فن پہ بڑی فکر انگیزی کے ساتھ خیال آرائی شامل ہے۔ان کے مضامین جب آج بھی پڑھنے کو ملتے ہیں تو پاکستان سمیت مشرقِ بعید کے ممالک کے اس وقت کے حالات کی اچھی طرح سے تصویر کشی سامنے آجاتی ہے۔

پیر علی محمد راشدی کے اس دور میں خصوصاََ مسلمانوں کو جو حالات تھے "مکتوبِ مشرقِ بعید" کالموں میں ان کا تذکرہ جگہ جگہ ملتا ہے۔

راشدی صاحب کے ان کالموں اور مضامین میں ملکی اور بین الاقوامی سیاست میں ہونے والی جوڑ توڑ کو بھی آزادانہ طرح محسوس کیا جا سکتا ہے۔بھارت، پاکستان، امریکہ، جرمنی، چین، اٹلی، ویت نام، ملائیشیا، انڈونیشیا، برطانیہ اور دیگر ممالک کے سماجی حالات اور ان حالات کا پاکستان یا دوسرے ممالک میں رہنے والے مسلمانوں پر اثرات کا اچھا خاصا تذکرہ ملتا ہے جو کہ اس وقت سے ہم آہنگ اور سچائیوں پر مبنی ہے۔

پیر علی محمد راشدی کے ان کالموں میں ملائیشیا کے قیام سے لے کر انڈونیشیا، فلپائن، چین سمیت احمد سوئیکار نو اور عبدالرحمٰن کے باہمی جھگڑوں کا سیاسی انداز میں تذکرہ بھی ملتا ہے۔اس لئے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ پیر علی محمد راشدی اپنے دور کے اعلیٰ پائے کے صحافی اور سیاست کار تھے۔

آپ نے اپنی قابلیت سے وہ سب مقام اور عہدے حاصل کئے جن کا اس ماحول میں رہنے والا کوئی بھی فرد تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔پیر صاحب مرحوم اپنی زندگی کی شروعات صحافت اور ادب کے میدان سے کی اور اس میں بڑا مقام اور نام پیدا کیا۔قلم سے اپنا تعلق کبھی بھی کمزور نہیں ہونے دیا، زندگی کی آخری سانسوں تک لکھتے رہے۔ادب اور صحافت کے میدان میں کبھی نہ مٹنے والے نقوش چھوڑ گئے۔یہ راشدی صاحب کے تاریخی، ادبی، سماجی اور سیاسی کالم ہیں۔

آپ نہ صرف آج کی صدی کے نامور ادیب اور سندھی، اردو نثر کے استاد تھے مگر وقت اور واقعوں کے نبض شناس تھے۔سیاسی طوفان اور زلزلوں کی پہلے ہی سے خبر ہو جایا کرتی تھی شاید یہی وجہ ہے کہ راشدی صاحب ملک کی سیاست و صحافت پر آدھی صدی سے بھی زیادہ مدت تک چھائے رہے۔سندھی آپ کی مادری زبان تھی بلکہ آپ کا کمال اور کرشمہ یہ ہے کہ اردو اور انگریزی صحافت میں آپ سے کوئی بھی بازی نہ لے جاسکا۔کیونکہ دونوں زبانوں میں نہ تو آپکو کوئی علمی ڈگری حاصل

تھی اور نہ ہی کسی اسکول یا کالج میں تعلیم حاصل کی تھی۔دراصل راشدی صاحب مرحوم ایک قسم کا ادارہ تھے جسکے کئی روپ تھے آپ نامور ادیب، آثارِ قدیمہ کے ماہر اور سیاسی شطرنج کے کھلاڑی تھے۔آپ کا کردار عوام کے سامنے جو اظہر من الشمس رہا ہے وہ ان کی صحافتی زندگی تھی۔کالموں کی افادیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ راشدی صاحب کے 48 برس پہلے لکھے ہوئے مضامین آج بھی ہماری رہنمائی کر رہے ہیں۔

آپ کے کالم شستہ اور بامحاورہ ہوتے تھے۔آپ خشک سے خشک تر موضوع کو بھی ترو تازہ بناکر پیش کیا کرتے تھے۔زبان عام طور پر عام فہم استعمال کرتے تھے جسے بڑے اور چھوٹے سب بخوبی سمجھ سکتے تھے۔

پیر علی محمد راشدی ایک ایسے صاحبِ اسلوب قلم کار تھے۔جس کی تحریر میں مصورانہ پیکر سازی کے ساتھ بے ساختگی، والہانہ پن اور دلچسپ جاذبیت کے عناصر موجود تھے۔وہ سندھی، فارسی، اردو اور انگریزی زبانوں میں سلیس رواں دواں اور مؤثر بیانیہ تحریر لکھنے پر بے مثال قدرت رکھتے تھے۔آپ نے اپنی کتابوں میں ایک ایسا اسلوبِ بیان اختیار کیا ہے جس میں نہ تو محقق کی مشکل پسندی ہے نہ صحافیانہ طرز کا سرسری پن۔وہ ایسے طلسماتی اسلوبِ نگارش کے مالک تھے کہ روز مرہ واقعات کو بھی چلتے پھرتے اور سانس لیتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔آپ اپنی تحریر میں وقوعہ نگاری نہیں کرتے بلکہ بیتے دنوں کا متحرک نگارخانہ سجا دیتے ہیں۔پیر علی محمد راشدی کی سوانحی یادداشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا دیکھئے جس میں محمد ہاشم گزدر کی شخصیت کے خاص پہلو کو کتنی سہولت اور دلچسپ انداز میں منکشف کیا ہے۔

محمد ہاشم گزدر، نام محمد ہاشم، سلاوٹی قوم کا گزدر قبیلہ پیشہ انجنیئرنگ، صاف رنگ، درمیانہ قد، بھاری بدن، خوش پوش، خوش ذوق، خوش خلق، جوانی ہی میں نوکری چھوڑ کی سیاست سنبھالی۔مرحوم بابا میر محمد بلوچ کے صحیح جانشین، سندھ کا مان اور کراچی کی شان بنے۔ابھی سندھ بمبئی سے الگ نہ ہوا تھا کہ بابا مرحوم کی وفات کے بعد بمبئی کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔سندھ کی بمبئی علاحدگی کے بعد متعدد سیاسی عہدوں پر رہے۔کراچی کے میئر، سندھ اسمبلی کے ممبر، سندھ کے وزیر، مرکزی اسمبلی کے ممبر اور آئین ساز مجلس کے ناب صدر، گزدر کی سیاست گز کی طرح سیدھی تھی۔شروع زندگی سے آخر تک عشق سندھ کے مسلمانوں سے رہا۔منھ سے کوئی دوسرا بول نہ نکلا، سردی ہو یا گرمی، دکھ ہو کہ سکھ، آگے بڑھتے رہے اور ببر شیر کی طرح دھاڑتے رہے۔کسی سے نہ دبے، کسی کے آگے نہ کانپے، میں ان سے کہا کرتا تھا کہ سیاست میں تم کام پہلے کر ڈالتے ہو، سوچتے بعد میں ہو میرا یہ اندازہ درست تھا، کوئی جھگڑا ہونے کی دیر تھی، ہاشم گزدر ناچتے گنگناتے اس میں کود پڑتے اور بعد میں پوچھتے جھگڑا بھلا (کیا تھا؟ (13

:مشرق و مغرب

پیر علی محمد راشدی مشرق و مغرب کے نام سے 1964ء سے 1987ء تک مسلسل تیئیس سال تک روزنامہ جنگ میں ہر بدھ کو ہفتہ وار اردو کالم لکھا کرتے تھے اور جمعہ ایڈیشن میں بھی کبھی کبھی لکھا کرتے تھے۔ان کالمون میں ملکی حالاتِ حاضرہ اور بین الاقوامی مسائل کے متعلق لکھا کرتے تھے۔اس کے علاوہ شخصیات کا فکری اور سیاسی جائزہ بھی ان کالموں میں پیش کیا کرتے تھے۔جیسا کہ جنگ اخبار کے جمعہ ایڈیشن میں "مشرق و مغرب" کے نام سے لکھے ہوئے کالم میں مولانا "ابو الکلام :آزاد" کا تذکرہ کیا ہے۔مولانا آزاد ایک اعلیٰ پائے کے سیاستکار اور مفکر تھے۔ان کے بارے میں راشدی صاحب لکھتے ہیں کہ

افسوس یہ ہے کہ سیاسی نظریات کے اختلاف کی وجہ سے مجھے ان سے اسقدر تقرب حاصل نہ ہو سکا جس قدر تقرب کئی ایک ہمعصروں کو حاصل ہوا۔"
مولانا کانگریس میں تھے، اور ہم مسلم لیگ میں، وہ ہندوستان کی آزادی کی کلید جغرافیائی وحدت میں دیکھ رہے تھے اور ہم تقسیم میں۔ان کو مسلمانوں کی بھلائی اس میں نظر آرہی تھی کہ سب یکجار ہیں، اور ہم ان کو اِدھر اُدھر سے اٹھا کر نئی وادیء ایمن میں لاکر بٹھانے میں ہی ان کی خیر سمجھ رہے تھے۔آخری دنوں میں تو یہ اختلافِ رائے اس حد تک بڑھ گیا کہ "راہ میں ہم ملے کہاں، بزم میں وہ بلائیں کیوں"، کا مضمون بن گئے۔

راشدی صاحب کے مولانا صاحب سے اتنے نظریاتی اختلاف کے باوجود بھی، راشدی صاحب نے ان کو اچھے الفاظ میں یاد کیا ہے۔یہ ایک سچے لکھاری یا صحافی کی قلمی سچائی ہے۔

اس کے علاوہ 'مشرق و مغرب' کالم میں 'ملتِ اسلامیہ' کے حوالے سے بھی بہت سے فکر انگیز دلائل پیش کئے ہیں جن پہ عمل کرنے سے مسلمانوں کو فائدہ ہو سکتا تھا۔

پیر صاحب نے ایک اور کالم "جوابی حملہ" کے نام سے لکھا ہے۔جس میں ہندوستان کی طرف سے پاکستان پر 6 ستمبر کا حملہ تھا۔اس وقت بھی آج کی طرح راشدی صاحب نے ہندوستانی جارحیت کے خلاف اور پاکستانی عوام اور افواج کے گن گائے ہیں۔

وغیرہ وغیرہ:

1964ء سے 1987ء تک مسلسل تیئیس سال تک کے درمیان مزاحیہ اردو کالم "وغیرہ وغیرہ" کے نام سے جنگ اخبار میں روزانہ لکھا کرتے تھے۔اس کالم میں آپ طنزیہ اور مزاحیہ مضامین لکھا کرتے تھے اور اسی مزاحیہ انداز میں آپ ملکی امور اور حالاتِ حاضرہ کے متعلق بات چیت کیا کرتے تھے۔

مضمون نویسی یا کالم نویسی کا فن یورپ میں سولہویں صدی سے شروع ہوا تھا۔کالم یا مضامین میں ایک مصنف کسی بھی نقطے پہ اچھے انداز سے لکھتے ہیں، جس میں سنجیدگی کے ساتھ مزاح نگاری بھی ہوسکتی ہے۔

پیر علی محمد راشدی کے اخباری کالم بھی انہی قواعد و ضوابط پر مبنی ہیں۔آپ اپنے کالم میں اصلاح کے ساتھ مزاح بھی شامل کرتے ہیں۔مزاح نگاری بھی ایک بہت بڑا فن ہے۔پیر صاحب کے دور سے آج تک چند ہی نام ایسے ملتے ہیں جنھوں نے سماج کی اصلاح مزاح کے ذریعے کرنے کی کوشش کی۔حقیقت بھی یہی ہے کہ آج کل ہر انسان مالی و سماجی کشمکش میں مبتلا ہے۔آپ کو دور میں بھی لوگوں کا یہی حال تھا۔ایسے حالات میں اگر کسی "فکرِ غم" میں رہنے والے شخص کو کسی کالم نگار کے دو جملے ہونٹوں پہ ہنسی لے آئیں تو یہ بہت بڑی بات کہی جا سکتی ہے۔

پیر علی محمد راشدی نے اپنے کالم "وغیرہ وغیرہ" کے ذریعے بڑی کوشش کی ہے کہ جو لوگ سیدھی بات سننے سے بر امناتے ہین ان کو مزاح نگاری کے ذریعے اپنا چہرہ دکھانا چاہیے تاکہ وہ اپنی کوتاہیوں کو مزاح کے انداز میں دیکھ اور سمجھ کر برا نہیں منائے گا اور اگر اس نے اس پہ عمل کیا تو، اچھی طرح راہِ راست پر بھی آ سکتا ہے۔

مزاح نگاری میں لکھے ہوئے کالم اس انداز سے لکھے جاتے ہیں کہ انسان کی بری عادتیں، دِل نشین انداز میں بیان کی جائیں۔کالم سادہ زبان میں بغیر تصنع، ٹھوس واقعات پہ قلمبند کئے گئے ہیں۔

پیر علی محمد راشدی کے ان کالموں کے ذریعے مستقبل کے مؤرخ کو ان کالموں کی یادداشت کے ذریعے اہم واقعات کا پس منظر دیکھنے اور سمجھنے میں مدد ملے گی۔

پیر علی محمد راشدی نے روزنامہ جنگ کے 24 اگست 1966ء کے کالم "وغیرہ وغیرہ" میں ایک جگہ اسی مزاح کے انداز میں لکھا ہے کہ،

" بھارت مسلمانوں کے حق میں کتنا ہی برا کیوں نہ ہو مگر اس کی مردم شناسی کی داد دینی چاہیے، کیونکہ مقبوضہ کشمیر کے وزارتِ اعلیٰ کے لئے اس نے ایک یہودی کو منتخب کیا ہے، اور یہودی اس پایہ کا کہ مسلمانی نام رکھواکر سالہا سال تک وہ کامیابی کے ساتھ کشمیری مسلمانوں سے دھوکہ کرتے رہے"۔(14)

مقبوضہ کشمیر کے وہی وزیر اعلیٰ غلام صادق تھے۔جنھوں نے حکومت لینے کے بعد اعلان کردیا تھا کہ وہ یہودی ہیں۔اس وقت ان کے یہودی ہونے کا علم بہت ہی کم لوگوں کو تھا، لیکن پیر صاحب نے اپنے کالم "وغیرہ وغیرہ" میں اس کا تذکرہ کرکے ان کا اصلی چہرہ سب کو دکھا دیا تھا۔

ہم اوپر یہ بات کر چکے ہیں کہ یہ کسی بھی کالم نگار کی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ پوشیدہ پوشیدہ چیزوں کو ایسے انداز میں پیش کرے، جس کا کوئی برا بھی نہ مانے اور وہ حقیقت پر بھی مبنی ہوں۔

پیر علی محمد راشدی بھی ایسے ہی پایہ کے صحافی اور کالم نویس تھے۔آپ کو اپنے دور اور سماج کا ترجمان سمجھا جاتا تھا، کیونکہ آپ اپنے مضامین اور کالموں میں جو پیش گوئیاں کرتے تھے، وہ آگے چل کر درست ثابت ہوتی تھیں۔اس لئے یہ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ پیر علی محمد راشدی اپنے سماج کے بہترین نبض شناس تھے۔

حوالہ جات

1۔ مسرت نذیر سیلرو، پروفیسر ”برصغیر کا ناقابلِ فراموش کردار پیر علی محمد راشدی“ مطبوعہ: سرہان میگزین ، گورنمنٹ ڈگری کالج رتوڈیرو لاڑکانہ،2/2001ء ص 38۔

2۔ مسرت نذیر سیلرو ، پروفیسر، برصغیر کا ناقابلِ فراموش کردار پیر علی محمد راشدی سرہان میگزین 2/2001ء (اردو سیکشن) گورنمنٹ ڈگری کالج رتوڈیرو لاڑکانہ، صفحہ 38۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

3۔ مسرت نذیر سیلرو ، پروفیسر، برصغیر کا ناقابلِ فراموش کردار پیر علی محمد راشدی سرہان میگزین2/2001ء(اردو سیکشن) گورنمینٹ ڈگری کالج رتوڈیرو لاڑکانہ، صفحہ40۔

4۔ مسرت نذیر سیلرو ، پروفیسر، برصغیر کا ناقابلِ فراموش کردار پیر علی محمد راشدی سرہان میگزین2/2001ء(اردو سیکشن) گورنمینٹ ڈگری کالج رتوڈیرو لاڑکانہ، صفحہ39۔

5۔ جی ایم سید ”جنب گذاریم جن سین“ ،سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد سندھ،1967، ص 203۔

6۔ مسرت نذیر سیلرو ، پروفیسر ،برصغیر کا ناقابلِ فراموش کردار پیر علی محمد راشدی سرہان میگزین2/2001ء(اردو سیکشن) گورنمینٹ ڈگری کالج رتوڈیرو لاڑکانہ، صفحہ39۔

7۔ حمید نسیم، سوانحِ حیات "ناممکن کی جستجو"صفحہ نمبر523۔

8۔ صدیقی احمد حسین، دبستانوں کا دبستان(حصہ اول) محمد حسین اکیڈمی کراچی، صفحہ 325۔

9۔ بھٹی عبدالستار، لاڑکانہ لیڈروں کی دھرتی، پیکاک پرنٹرس کراچی اگست 2015، صفحہ 183۔

10۔ انڈھڑ عبدالوحید ڈاکٹر، سکھر تاریخ وتمدن، محکمہ ثقافت وسیاحت حکومت سندھ کراچی2008ء، صفحہ502۔

11۔ http//nlpd.gov.pk/uakhbareurdu/march/april/m-a-3.html صفحہ02۔

12۔ راشدی پیر علی محمد، ون یونٹ کی تاریخ سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور، سال2007ء(تبصرہ)۔

13۔ مظہر جمیل سید ،جدید سندھی ادب، اکادمی بازیافت، اردو بازار کراچی2004ء، صفحہ 1329۔

14۔ روزنامہ جنگ، 24 اگست1966ء کے کالم"وغیرہ وغیرہ